اِکرام اللہ ساجد

چار بیویاں اور پانچ باندیوں کا مسئلہ

بعض لوگ ابتغاء فتنہ کی غرض سے مسائلِ دینیہ کو الجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ بعض مشغلہ کے طور پر ایسا کرتے ہیں اور بعض کو کم علمی کے باوجود دانشوری کا شوق چرّاتا ہے —— ان میں اکثریت ایسے لوگوں کی ہوتی ہے کہ اسلام کی عملی زندگی سے ان کو بالکل تعلق نہیں ہوتا، جمعہ کی نماز بھی شاید ہی پڑھتے ہوں، نماز کا ترجمہ جاننا تو دور کی بات ہے، نماز انہیں زبانی یاد بھی نہیں ہوتی اور اگر یاد ہے تو اس میں بیشمار غلطیاں ہوں گی —— مسائلِ طہارت تک سے ناواقف یہ لوگ جب تحقیق کرنے بیٹھتے ہیں تو حیاتِ مسیحؑ، اسلام میں تعددِ ازدواج اور ملکِ یمین جیسے عالمانہ مباحث سے کم کسی موضوع پر بات ہی نہیں کرتے —— نتیجۃً خود بھی ڈوبتے ہیں اور چند دوسروں کو بھی لے ڈوبتے ہیں۔

اصل میں یہ اور چند دوسرے مباحث ایسے ہیں کہ جن میں الجھا کر مستشرقین نے سادہ لوح مسلمانوں کو ان کے دین سے بدظن کرنے کی مذموم کوششیں کی ہیں —— غیر مسلموں کی اسلام سے دشمنی کی وجہ تو سمجھ میں آسکتی ہے اور ان کی ان ناپاک مساعی کی بنا پر کم پڑھے لکھے مسلمانوں کا ان مسائل میں الجھ کر مشوش ہو جانا بھی کچھ زیادہ باعثِ تعجب نہیں —— لیکن ہمیں حیرت تو اس وقت ہوئی جب کوثر نیازی جیسے "عالمِ دین" .. نے بھی یوں گل افشانی فرمائی:

"قومی اتحاد برسرِ اقتدار آکر چار چار بیویوں اور پانچ پانچ باندیوں کو گھر میں رکھنے کی اجازت دیگا"

بار بار غور کرنے پر بھی یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آسکی کہ یہ بات انہوں نے کیوں کہی؟ کیا یہ ووٹ حاصل کرنے کی ایک سستی کوشش تھی یا جوشِ خطابت میں یہ بات ان کے منہ سے نکل گئی یا وہ دل سے یہ چاہتے ہیں کہ اس خطۂ پاکستان میں اسلامی نظام کا نفاذ کبھی نہ ہو سکے اور

لوگوں کو دینِ اسلام سے برگشتہ کرنے کی خاطر یہ مذموم کوشش انہوں نے کی کہ اسلام کو بھیانک روپ میں پیش کرنے کی جسارت کے مرتکب ہوئے؟

——— اگر یہ رد عمل حاصل کرنے کی ایک کوشش تھی تو اس کے لئے انہیں قرآنِ مجید فرقانِ حمید پر اس ناپاک حملہ[۱] کی ضرورت نہ تھی، وہ اس فریب خوردہ قوم کو مزید فریب دینے کے لئے کسی اور فریب کا سہارا بھی لے سکتے تھے کہ ان کے ہاں یہ جنس کم یاب نہ تھی۔

——— اگر جوشِ خطابت میں انہوں نے یہ بات کہی ہے تو اس جیسی اور بھی بہت سی باتیں انہوں نے کہی ہیں جن پر یہ کہنے کو جی چاہتا ہے کہ ؎

جو بات کی، خدا کی قسم، لاجواب کی!

——— اور اگر وہ یہ چاہتے ہیں کہ اسلام کے نام پر قائم ہونے والے اس ملک میں اسلامی نظام کا نفاذ نہ ہو سکے تو اس سلسلہ میں انہیں مایوسی ہی ہو گی کہ اب ایک مردِ حق آگاہ نے واضح لفظوں میں یہ کہہ دیا ہے "کہ گزشتہ تیس سالوں میں اسلامی نظام کے قیام کے صرف وعدے کئے جاتے رہے ہیں، عملی طور پر کچھ بھی نہیں ہو سکا - لیکن اب وقت آ گیا ہے کہ ان شاء اللہ یہاں قرآن و سنت کا قانون چلے گا" ——— اور اطلاعاً عرض ہے کہ اس سلسلہ میں چند مؤثر عملی اقدامات کئے بھی جا چکے ہیں۔

اس کے باوجود ہم یہ چاہتے ہیں کہ زیرِ بحث مسئلہ پر مختصر سی روشنی ڈال دی جائے۔ تاکہ اس زہر افشانی کے باعث اگر کچھ ذہن مسموم ہو گئے ہوں تو ان کے لئے تریاق فراہم ہو سکے۔

تعددِ ازدواج:

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ چار بیویوں تک سے نکاح کی اجازت مشروط طور پر اور بعض مصالح کی بنا پر قرآنِ مجید دیتا ہے اور دو ٹوک الفاظ میں دیتا ہے:

"وان خفتم الا تقسطوا فی الیتمی فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی وثلث وربع"

"اور اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ تم انصاف قائم نہ رکھ سکو گے یتیموں کے بارے میں تو نکاح کر لو ان سے

---

[۱] اصل میں یہ حملہ قومی اتحاد پر نہیں، قرآنِ مجید پر ہے کہ جو ~~اجازت~~ تعددِ ازدواج یا باندیوں کو گھر میں رکھنے کی اجازت بعض شرائط کے ساتھ، بعض حالات میں اور بعض مصالح کی بنا پر قرآنِ مجید دیتا ہے۔ آئندہ سطور میں اس کی وضاحت آ رہی ہے۔

جو تم کو پسند آئیں عورتوں میں سے دو دو سے (خواہ) تین تین سے (خواہ) چار چار سے"

"فان خفتم الا تقسطوا فی الیتٰمٰی" کی تفسیر میں متعدد اقوال مروی ہیں۔ جن کو بخوفِ طوالت نظر انداز کیا جارہا ہے تاہم ان میں سے دو کا ذکر ضمناً آئندہ سطور میں آجائے گا۔ اس وقت ہمارے پیش نظر جو مقصد ہے وہ یہ ہے کہ چار بیویوں تک سے نکاح کی اجازت کا ثبوت قرآنِ مجید میں سے دیا جائے جو آیۂ بالا میں واضح طور پر موجود ہے اور اظہر من الشمس!

البتہ قرآن مجید اس کے لئے ایک کڑی شرط لگاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ:

فان خفتم الا تعدلوا فواحدۃ او ملکت ایمانکم۔ الآیۃ

"اگر تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ تم عدل نہ کرسکو گے تو پھر ایک ہی (پر قناعت کرو) یا جو تمہارے قبضہ میں آئی ہوں [1]"

یہ بات واضح رہے کہ قرآنِ مجید نے چار بیویوں تک سے نکاح کی اجازت دی ہے، اس کا حکم نہیں دیا۔ نہ ہی اسے لازمی قرار دیا ہے۔ اور چونکہ اجازت بھی مشروط ہے لہٰذا یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ عام حالات میں ایک ہی بیوی پر قناعت کرنے کو قرآنِ مجید نے اقرب الی الصواب قرار دیا ہے۔ کہ عدل کی شرط کوئی معمولی شرط نہیں ہے جسے ہر کس و ناکس پورا کرسکے۔

علاوہ ازیں یہ شرط صرف مردوں کے لئے نہیں ہے، عورتوں کیلئے بھی ہے۔ کیونکہ صرف مرد ہی بے انصافی کے مرتکب نہیں ہوتے، عموماً عورتیں بھی خود "چھوٹی بیگم" بن کر "بڑی بی" کے حقوق پر چھاپہ مارنے میں لطف محسوس کرتی ہیں ——— لہٰذا اس شرط کو پورا کرنے کے لئے جہاں مرد و عورت دونوں کے لئے شریعت کے بتائے ہوئے حقوق و فرائض کا جاننا ضروری ہے وہاں معاشرتی پیچیدگیوں سے دامن بچا کر وسعتِ قلبی اور وسعتِ ظرفی کی بھی خاصی ضرورت ہے۔

جہاں تک ایک سچے اور کھرے مسلمان کا تعلق ہے اس کے لئے تو اس سلسلہ میں یہی اطمینان بہت ہے کہ قرآن مجید اس کی اجازت دیتا ہے اور بس! ——— لیکن نیازی صاحب کے اطمینان کی خاطر اور ان لوگوں کے لئے بھی جن کے سامنے انہوں نے اس بات کو ہوّا بنا کر پیش کیا ہے، ہم ان مصالح کا ذکر بھی کئے دیتے ہیں جن تک اگر ان کی عقل کی رسائی ہو جاتی تو وہ یہ بات کہنے کی ضرورت ہی محسوس نہ کرتے:

۱۔ تاریخ گواہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جہاں دینِ حقّہ کو پھیلانے کے لئے اخلاقِ حسنہ

---

[1] ملک یمین ——— اس کی وضاحت الگ آرہی ہے۔

کے لازوال نمونے پیش کئے وہاں آپ کو مفسدوں، شر پسندوں، دینِ اسلام کے باغیوں اور انسانیت کے دشمنوں کو کیفرِ کردار تک پہنچانے کے لئے تلوار بھی بے نیام کرنی پڑی ـــــ مسلمان ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے ہاتھ میں تلوار لے کر اٹھے اور پوری دنیا پر چھا گئے ـــــ مسلمانوں کی تاریخ کے کسی بھی دور میں جہاد کی ضرورت سے انکار نہیں کیا جاسکتا ۔ قرآن مجید میں ہے :

" وقاتلوھم حتیٰ لاتکون فتنۃ ویکون الدین للہ "

کہ " دشمنانِ دین سے لڑو حتیٰ کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین خالص اللہ کے لئے ہو جائے "

ـــــ اور جنگ بچوں کا کھیل نہیں ہوتا ۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ سینکڑوں بچے یتیم اور عورتیں بیوہ ہو جاتی ہیں ۔

۲ ۔ محنت طلب اور مشقت کے کام، نیز ایسے کام جن میں جان جانے کا خطرہ اکثر رہتا ہے زیادہ تر مرد کرتے ہیں ۔ مثلاً مشینوں پر کام کرنے والے عموماً مرد ہوتے ہیں، ہوائی جہازوں، بحری بیڑوں ریلوں اور موٹر گاڑیوں کے ڈرائیور بھی مرد ہوتے ہیں، کان کنی اور ماہی گیری کے پیشے بھی مرد اپناتے ہیں ۔ ان تمام کاموں میں مرد اکثر حوادث کا شکار ہوتے رہتے ہیں جبکہ عورتیں صرف گھریلو فرائض انجام دینے کے باعث ان حوادث سے محفوظ رہتی ہیں ۔

۳ ۔ موجودہ علم مردم شماری نے یہ ثابت کیا ہے کہ ولادت، شیر خوارگی اور بچپن میں لڑکوں کی شرح اموات لڑکیوں کی نسبت زیادہ ہوتی ہے ۔ اور بعض ملکوں اور قوموں میں جہاں لڑکوں کی شرح پیدائش لڑکیوں کے مقابلے میں ۵ ۔ ۶ فیصد تک زیادہ ہوتی ہے، وہاں بھی دس بارہ سال کی عمر کو پہنچنے تک مجموعی طور پر لڑکوں کی تعداد کا تناسب لڑکیوں کی تعداد کے مقابلے پر کم ہو جاتا ہے ۔

۴ ۔ ہر مرد شادی نہیں کر سکتا کیونکہ شادی سے پہلے عموماً مرد کو بعض خاص جسمانی سماجی اور معاشی شرائط پوری کرنا لازمی ہیں خصوصاً معاشی لحاظ سے برسرِ روزگار ہونا ۔ چنانچہ اکثر مرد عمر بھر شادی نہیں کر پاتے یا کم از کم پچیس تیس سال تک کی عمر تک کنوارے رہنے پر مجبور ہوتے ہیں ۔ جبکہ عورت بالعموم بالغ ہونے کے ساتھ ہی شادی کے قابل سمجھی جاتی ہے ۔

۵ ۔ اور سب سے زیادہ اور بیحد اہم بات یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیث میں مروی ہے کہ زمانۂ قربِ قیامت میں عورتوں کی تعداد مردوں کے مقابلے میں بہت زیادہ ہو جائے گی (مشکوٰۃ)

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان کے بعد مزید کسی بات کی ضرورت ہی نہیں رہتی - اور یہ بہرحال واضح ہے کہ جوں جوں وقت گذر رہا ہے قیامت کا زمانہ قریب آرہا ہے - اور ہمارا ایمان ہے کہ متعدد دیگر پیش گوئیوں کی طرح آپؐ کی یہ پیش گوئی بھی ضرور پوری ہو گی کہ چند ایک کو تو ہم اپنی آنکھوں سے پورا ہوتے دیکھ بھی رہے ہیں ـــــ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپؐ کا یہ فرمان انہی اسباب و عوامل کے نتیجے کی بنا پر ہو جن میں سے بعض کا ذکر اوپر کیا گیا ہے - بہرحال اسباب خواہ کچھ بھی ہوں - نتیجہ اگر یہی ہے کہ معاشرہ میں عورتوں کی تعداد مردوں کی نسبت زیادہ ہے[1] تو ان حالات میں تعدد ازدواج کی عدم اجازت کا نتیجہ یہی نکل سکتا ہے کہ ایسی عورتیں جن کو ازدواجی زندگی میسر نہ آسکے ، ایک صحیح اور پاکیزہ زندگی کے برعکس ، غلط اور غیر پاکیزہ زندگی اختیار کرنے پر مجبور ہو جائیں ـــــ اور یہ ایک ایسی بات ہے جس کو اسلام ایسا پاکیزہ دین کسی طرح بھی برداشت نہیں کر سکتا -

گویا دوسرے الفاظ میں یہ چیز (تعدد ازدواج) خاص حالات میں ایک اخلاقی اور تمدنی ضرورت بن جاتی ہے - اور نکاح کے بغیر صنفی بدامنی پھیلنے کے امکانات کو بہرحال نظر انداز نہیں کیا جا سکتا پس تعدد ازدواج کا راستہ کھولے بغیر ، اسلام تو رہا ایک طرف ، دنیا کا کوئی بھی قانون حرام کاری کا سدباب کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتا ـــــ پھر اسلام نے اگر یہ پُر حکمت راہ اختیار کی ہے تو کیا غلط کیا ہے ـــــ ؟

۶ - "وان خفتم الا تقسطوا فی الیتمیٰ - الآیۃ " کے الفاظ کے عموم کی بنا پر یہ مفہوم بھی حاصل ہوتا ہے کہ " اگر تم یتامیٰ کی حفاظت و تربیت کما حقہٗ نہیں کر سکتے اور انہیں سوسائٹی کی ناانصافیوں سے نہیں بچا سکتے ، خصوصاً بعد از جنگ یا ہنگامی حالات کی صورت میں (مثلاً جنگِ احد کے بعد سوسائٹی کے متعدد دوسرے مسائل میں بیوگان اور یتیم بچوں کے مسئلے کا اضافہ بھی ہو گیا تھا - اور سورہ النساء جنگِ احد کے بعد ہی نازل ہوئی) تو کم از کم ایسی عورتوں سے شادی کر لو جن کے ساتھ یتیم بچے ہوں "

پس تعدد ازدواج کی بدولت ایک معاشرہ کو صاف ستھرا رکھنے کے علاوہ یتامیٰ کی پرورش و

---

[1] اوپر شق نمبر ۳ میں ، علم مردم شماری سے متعلق جو بات ذکر کی گئی ہے اس پر غور فرمائیے ـــــ کیا یہ ممکن نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے پورا ہونے کا آغاز بھی ہو چکا ہو ؟

حفاظت کا مشکل ترین مسئلہ بھی بخوبی اور بآسانی حل ہو جاتا ہے۔

۷۔ بعض دفعہ بیوی میں کوئی ایسا جسمانی، ذہنی یا اخلاقی عیب ہوتا ہے جو شادی کے بعد ظاہر یا لاحق ہوتا ہے۔ اور جو شادی کی اصل غرض وغایت کے سراسر منافی ہوتا ہے۔ ان حالات میں اگر تعدد ازدواج کی اجازت نہ ہو تو لامحالہ دوسری شادی کیلئے پہلی بیوی کو طلاق دینا پڑیگی اور طلاق ایک ایسا فعل ہے کہ جس کی اسلام بوجہ مجبوری اجازت تو دیتا ہے لیکن اس کو نہایت ناپسندیدہ قرار دیتا ہے۔ سرسری نظر میں بھی اسے ایک ظالمانہ فعل ہی کہا جاسکتا ہے۔ تو کیا اس سے یہ بہتر نہیں کہ تعدد ازدواج کی اجازت سے فائدہ اٹھا کر پہلی بیوی کی موجودگی میں ہی کسی دوسری عورت سے نکاح کر کے اسے گھر میں بسا لیا جائے؟

۸۔ حیاتیاتی نقطۂ نظر سے مرد و عورت میں اتنا واضح تفاوت ہے کہ اسے نظرانداز کرنا فطرت سے جنگ کرنے کے مترادف ہے۔ فعلِ جنسی کے بعد مرد کی حیاتیاتی ذمہ داری ختم ہو جاتی ہے جبکہ عورت پر ایک لمبے عرصہ کے لئے حمل و ولادت اور رضاعت و پرورش کی ذمہ داریاں عاید ہو جاتی ہیں۔ اتنے عرصہ میں مرد کی شہوانی جبلّت منقطع نہیں ہو جاتی ——— اور جو شریعت مرد کی اس جبلّت و ضرورت کے لئے کوئی رعایت اپنے نظام میں نہیں رکھتی، وہ اور کچھ بھی ہو، بہرحال خدا کی شریعت اور مطابقِ فطرت نہیں قرار دی جاسکتی۔

۹۔ زمانۂ جاہلیت میں نکاح کی کوئی حد نہ تھی۔ ایک آدمی دس دس عورتوں سے شادی کر لیتا ——— پھر اخراجات بڑھ جانے تو مجبور ہو کر یتیموں اور خصوصًا اپنے ہی عزیزوں کے حقوق پامال کرنا شروع کر دیتا۔ اسلام نے اعتدال سے کام لیتے ہوئے ایک حد مقرر کر دی کہ صرف چار بیویوں تک سے نکاح کی اجازت ہے۔ اسی بنا پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غیلان بن سلمی ثقفی، نوفل بن معاویہ اور حارث بن قیس کو جن کے پاس چار سے زائد بیویاں تھیں، صرف چار بیویاں رکھنے اور باقی کو چھوڑنے کا حکم دیا۔ چنانچہ حضرت ابن عباسؓ سے اس آیت (وان خفتم الا تقسطوا فی الیتمٰی) کی تفسیر جو مروی ہے، اس کا یہی مفہوم ہے۔

گویا اس طرح اس آیت سے "اجازت" کے علاوہ چار سے زائد بیویوں پر پابندی کا پہلو بھی نکلتا ہے۔

یہ وہ مصالح ہیں جن کی بنا پر تعدّد ازدواج بعض حالات میں جواز سے بڑھ کر ایک ضرورت بھی ہے۔ تاہم عدل کی شرط بہرصورت لازمی ہے اور جو اس شرط کو پورا نہیں کرتا، قرآن اسے